السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ظفر اقبال بزریعہ ای میل سوال کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص اپنے دوستوں کے سامنے اس طرح کہتا ہے کہ میں جس سے بھی شادی کروں اسے طلاق ہے۔ کیا اس طریق طلاق کہنے کی کوئی شرعی حیثیت ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

قرآن پاک کے انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق اسی صورت میں واقع ہوتی ہے۔ جبکہ پہلے نکاح ہوچکا ہو نکاح سے پہلے طلاق بے اثر اور لغو ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دو دو تو تمہاری طرف سے ان پر کوئی عدت لازم نہیں ہے جس کے پورے ہونے کا تم مطالبہ کر سکو۔''(الاحزاب:33/49)

اس آیت کریمہ سے متعدد قانونی احکام نکلتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ نکاح سے پہلے طلاق لغو ہے اس لئے اگر کوئی شخص اس طرح کہتا ہے کہ ''اگر میں فلاں عورت سے یا فلاں قبیلہ یا فلاں قوم کی عورت سے نکاح کروں تو اس پر طلاق ہے۔'' یہ قول لغو اور بے معنی ہے اس کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمة اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں تفصیل سے اس موضوع پر گفتگو کی ہے۔ اس موقف کی تائید میں مندرجہ ذیل احادیث بھی پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابن آدم جس چیز کا مالک نہیں اس کے متعلق طلاق کا اختیار استعمال کرنے کا حق نہیں رکھتا۔''(ترمذی: الطلاق'1118)

امام ترمذی رحمة اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سعید بن مسیب رحمة اللہ علیہ حسن بصری رحمة اللہ علیہ سعید بن جبیر رحمة اللہ علیہ علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قاضی شریح رحمة اللہ علیہ جابر بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بے شمار فقہاء تابعین میں سے یہی منقول ہے کہ اس طرح کہنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ امام شافعی رحمة اللہ علیہ نے بھی یہی کہا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمة اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمة اللہ علیہ اور اسحاق راہویہ رحمة اللہ علیہ کہتے ہیں۔ اگر اس طرح کہنے کے بعد وہ کسی عورت سے نکاح کرلیتا ہے تو تم اسے علیحدگی کا نہیں کہہ سکتے۔ نیز حدیث میں ہے ''کہ نکاح سے پہلے کوئی طلاق نہیں۔''(ابن ماجہ: الطلاق2059)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قبل از نکاح طلاق دینے کا فیصلہ لغو اور بے اثر ہے۔ کچھ فقہاء کا یہ خیال ہے کہ اس آیت اور پیش کردہ احادیث کا اطلاق صرف اس بات پر ہوتا ہے کہ کوئی شخص کسی عورت کو جو اس کے نکاح میں نہ ہو اس طرح کہے کہ تجھ کو طلاق ہے، یا میں نے تجھے طلاق دی: ایسا کہنا بلاشبہ لغو اور باطل ہے۔ جس پر کوئی قانونی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔ لیکن اگر وہ یوں کہتا ہے کہ ''اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق ہے تو یہ نکاح سے پہلے طلاق دینا نہیں ہے بلکہ اس امر کا اعلان کرنا ہے کہ جب وہ عورت اس کے نکاح میں آئے گی تو اس پر طلاق وارد ہوگی۔ ایسا کہنا لغو اور بے اثر نہیں ہے۔ بلکہ جب بھی وہ عورت اس کے نکاح میں آئے گی اسی وقت اس پر طلاق پڑجائے گی۔ پھر قائلین وقوع طلاق کا اس امر میں اختلاف ہے کہ اس قسم کی طلاق کی وسعت کس حد تک ہے؟

کچھ حضرات کہتے ہیں کہ عورت کی تخصیص کرے یا نہ کرے بہر صورت طلاق واقع ہوجائے گی۔ کچھ حضرات کہتے ہیں کہ کسی قبیلے یا قوم کی تخصیص کرے تو طلاق ہوگی۔ بصورت دیگر نہیں بعض کا خیال ہے کہ تخصیص کے ساتھ وہ مدت کا تعین کرے مثلاً اگر میں اس سال یا آئندہ دس سال کے اندر فلاں عورت یا فلاں قبیلہ کی عورت سے نکاح کروں تو اس پر طلاق ہے تب یہ طلاق واقعہ ہوگی ورنہ نہیں۔ امام مالک رحمة اللہ علیہ اس پر مزید فرماتے ہیں ''کہ اگر یہ مدت اتنی طویل ہو جس میں اس شخص کا زندہ رہنا متوقع نہ ہو تو اس کا قول بے اثر ہوگا بصورت دیگر نکاح کرنے پر طلاق ہوجائے گی۔'' ہمارے نزدیک یہ تمام قیود و شرائط کتاب و سنت سے ثابت نہیں ہیں۔ لہٰذا اس کے متعلق امام شافعی رحمة اللہ علیہ کا موقف صحیح معلوم ہوتا ہے کہ ایسی طلاق لغو اور فضول ہے نکاح کرنے کے بعد اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ اصحاب الحدیث

جلد:1صفحہ:369